تعمیرِ شخصیت میں عبادات کا کردار: ارکانِ اسلام کا مطالعہ

(Role of *Ibādāt* in Personality Development: A Study of the Pillars of Islam)

*ڈاکٹر کلثوم بی بی
**ڈاکٹر فرزانہ اقبال
***ڈاکٹر صائمہ شہباز منج

Abstract

All world religions emphasize worship, but in Islam worship has a special place. Worship in Islam means obedience of Allah at every step of life. This article studies the role of worship in character building and personality development with special focus on the pillars of Islam: *Namāz, Roza, Zakāt and Ḥajj*. It finds that these pillars greatly affect human life. It strengthens the relationship between Allah and man. It urges man to care for the rights of others. When we take care of the rights of others, society becomes an example of paradise.

Key Words: Character building, *Ibādāt*, role, *Namāz, Roza, Zakāt , Ḥajj*

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبادات کا آدمی کی شخصیت کی تعمیر و اصلاح سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ ہم دیکھتے ہیں بہت سے لوگ عبادات کے باوجود اپنے اعمال اور شخصی کردار میں اچھے انسان نہیں ہوتے۔ اس خیال کے ذریعے لوگوں میں عبادات سے تنفر اور دوری کا اندیشہ ہے۔ اس مسئلے کے پیش نظر اس سوال پر بحث بہت اہمیت کی حامل ہے کہ انسانی شخصیت کی تعمیر و اصلاح میں اسلامی نظمِ عبادات کیا کردار ہے؟ اس تناظر میں زیرِ نظر مضمون میں شخصیت کی تعمیر و اصلاح میں اسلام کے بنیادی ارکان میں سے نماز، روزے اور حج ایسی عبادات کے کردار کو اجاگر کیا جارہا ہے۔

---

*پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا
**صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، دی گورنمنٹ صادق ویمن یونی ورسٹی، بہاولپور
*** پی ایچ ڈی علومِ اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

عبادت کا حقیقی مفہوم

عَبَدَ، یَعبُدُ کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ ع۔ ب۔ د۔ ہے، اور یہ فعل نَصَرَ، یَنصُرُ کے وزن پر آتا ہے۔ عربی زبان میں عبودۃ، عبودیۃ اور عبدیۃ کے اصل معنی خضوع اور تذلل کے ہیں۔ یعنی تابع ہو جانا، رام ہو جانا، کسی کے سامنے اس طرح سر ڈال دینا کہ اس کے مقابلے میں کوئی مزاحمت یا انحراف و سرتابی نہ ہو اور وہ اپنی منشاء کے مطابق جس طرح چاہے خدمت لے۔ اسی اعتبار سے اہل عرب اس اونٹ کو بعیرِ معبد کہتے ہیں، جو سواری کے لیے پوری طرح رام ہو چکا ہو، اور اس راستے کو طریق معبد کہتے ہیں جو کثرت استعمال سے پائمال ہو کر ہموار بن گیا ہو۔ پھر اسی اصل سے اس مادہ میں غلامی، اطاعت، پوجا، ملازمت، اور قید یا رکاوٹ کے مفاہیم پیدا ہوتے ہیں۔ "لسان العرب" میں لفظ "عبادت" کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: **و معنی العبادۃ فی اللغۃ الطاعۃ مع الخضوع و منہ طریق معبد اذاکان مذللاً بکثرۃ الوطء**[1] "لغت میں عبادت کے معنی عاجزی کے ساتھ فرمانبرداری کرنے کے ہیں، اور اسی سے طریق معبد کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کا معنی ہے روندا ہوا راستہ اور یہ اس راستے کو کہا جاتا ہے جس پر زیادہ چل کر اسے روندا گیا ہو۔" مفتی محمد شفیع کے مطابق عبدیت کا مفہوم ہے اطاعت، غلامی۔[2] قرآن میں یہ لفظ اس خضوع، خشوع کی تعبیر کے لیے خاص ہو گیا ہے، جو بندہ اپنے خالق و مالک کے لیے ظاہر کرتا ہے۔ پھر اطاعت کا مفہوم بھی ایک لفظ کے لوازم میں داخل ہے کیونکہ یہ بات بالبدایت غلط معلوم ہوتی ہے کہ انسان جس ذات کو اپنے انتہائی خصوع و خشوع کا واحد مستحق سمجھے، زندگی کے معاملات میں اس کی اطاعت کو لازم نہ جانے۔ عبادت کی اس حقیقت کو قرآن مجید نے کئی مقامات پر واضح کیا ہے۔ مثلاً: **فاعبدوااللہ مخلصاً لہ الدین**[3] "پس اللہ ہی کی بندگی کرو اسی کے لیے اطاعت کو خاص کرتے ہوئے۔" عبادت کے ساتھ اطاعت کا یہ تعلق اس قدر گہرا ہے کہ بعض جگہ یہ لفظ صاف صاف اطاعت کے مفہوم ہی کے لیے استعمال ہو گیا ہے، مثلاً: [4] **لا تعبدو الشیطان انہ لکم عدو مبین**" شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔"

عبادت کے اثرات

اب ہم عبد مومن کی زندگی میں عبادات کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں۔ عبادات ہی انسان کو عبدیت کے اعلیٰ درجات عطا کرتی ہیں۔ اپنے معبود حقیقی کی شناسائی عطا کرتی ہیں۔ اپنے معبود کی رضا، قرب اور خوشنودی کے حصول کا جذبہ پیدا کرتی ہیں۔ دل میں اس کی تعظیم اور اعلیٰ و ارفع ہونے کا احساس پیدا کر کے اپنے گناہوں اور خطاؤں پر نادم ہونے اور اس حقیقی غفور رحیم سے بخشش طلب کرنے کی تڑپ پیدا کرتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک عبد کو اپنی عاجزی کے اظہار اور اپنی

---

1 علامہ ابوالفضل جمال الدین ابن منظور، لسان العرب (نشر ادب الحوزۃ، 1985ء)، 3 : 273۔

2 مفتی محمد شفیع، المنجد اردو عربی (کراچی: دارالاشاعت، 1962ء/1382ھ)، 728۔

3 الزمر 39: 2۔

4 یس 36 : 60۔

حاجتوں کو حقیقی حاجت روا کے سامنے پیش کرنے اور زندگی کے ہر قدم اور ہر موڑ پر اس کی رہنمائی اور ہدایت طلب کرنے کی صحیح جہت اور صحیح انداز مہیا کرتی ہیں، جو عبدیت کا حقیقی مقصود اور اولین تقاضا ہے۔ یہ عبادات کا وہ مخفی پہلو ہے، جو روحانی، باطنی اور قلبی لحاظ سے ایک عبد کو مقام عبدیت عطا کر رہا ہوتا ہے، لیکن اس ایک پہلو کے علاوہ بھی مجموعہ عبادات کا ایک مکمل ظاہری اور عملی نظام موجود ہے، جو زندگی کے دوسرے تمام شعبوں میں بہتری، بھلائی اور ترقی کی طرف رہنمائی کر رہا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نظام عبادات انسانی زندگی کا مکمل تربیتی نظام ہیں جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایت اور رہنمائی فراہم کر رہی ہوتی ہیں۔ انسانی شخصیت اور اخلاق و کردار کی اصلاح میں اسلامی نظمِ عبادات کے کردار کی تفصیل درج ذیل ہے:

نماز

عبادات میں اول درجے کی عبادات نماز ہے۔ نماز انسان پر دن میں پانچ مرتبہ لازم کر دی گئی ہے۔ انسان جب صبح و سویرے اٹھتا ہے تو نماز اسے یاد دلاتی ہے کہ تو چونکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور غلام ہے، لہٰذا سب سے پہلے اس کی بندگی بجالا۔ پھر جب وہ دنیاوی مشاغل میں مصروف ہوتا ہے، تو دو مرتبہ اسے ان مشاغل سے الگ کر کے اپنی بندگی کا احساس دلاتی ہے۔ پھر جب شام کو وہ اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر سستانے اور اپنی تھکن مٹانے کی غرض سے تفریحوں اور دلچسپیوں کی طرف متوجہ ہونے لگتا ہے، تو پھر اسے اس بات سے آگاہ کرتی ہے کہ اپنی تفریح کو محض اپنے معبود کی طرف رکھنا کہیں باطل معبودوں یعنی نفسانی خواہشات کی طرف نہ مڑ جانا۔ پھر اس کے بعد رات آجاتی ہے جو شیطان کی معصیتوں کا بہترین موقع ہوتی ہے۔ نماز پھر آکر انسان کو خبردار کرتی ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے، نہ کہ ان شیاطین کا لہٰذا صرف اسی کی بندگی کر اور خود کو ان سے الگ رکھ۔ قرآن کریم میں نماز کے سے متعلق اس نقطے کو "ذکر" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں یاد دھانی، جو انسان کو عملاً بندہ خدا بنانے کا بہترین وسیلہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: **اقم الصلوٰۃ لذکری۔**[5] "اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔" یہ ایک عام قاعدہ اور اصول ہے کہ جب بھی کسی کو کسی اعلیٰ خدمت پر مامور کیا جاتا ہے تو اس سے پہلے اسے اس کام کی مکمل ذہنی اور عملی تربیت دی جاتی ہے۔ نماز ایک ایسی ہی تربیت ہے جو انسان کے اندر فرض شناسی اور اطاعت امر کا جذبہ پیدا کر کے فرائض کو مستعدی اور فرمانبرداری کے ساتھ انجام دینے کے لیے تیار کرتی ہے۔ اس کی واضح ترین مثال اذان ہے؛ جیسے ہی مؤذن اللہ اکبر کہتا ہے تمام اہل ایمان فوراً اپنے کام چھوڑ کر مسجدوں کا رخ کرتے ہیں جیسے ہی امام اقامت کہتا ہے تمام باہمی گفتگو اور ادھر ادھر کے خیالات کو ترک کر کے ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اتباع احکام دینیہ کے لیے ضروری ہے کہ انسان بجائے خود خواہشات کی پیروی کرنے کے اپنی خواہشات کو منشائے خداوندی کے مطابق ڈھالنے کی قدرت رکھتا ہو۔ نماز میں اوقات کی پابندی، طہارت کی قید، جسمانی حرکات، مخصوص دعائیں اور تسبیحات، امام کی اتباع یہ سب

[5] طٰہٰ20: 14۔

امور ایسے ہیں، جو انسان کو ضبط نفس کا ایک پورا نظام فراہم کرتے ہیں۔ یہ پابندیاں انسان کی خواہشات کو الٰہی قانون کے تابع اور موافق کر دیتی ہیں، جس کے بعد ایک عبد کے لیے عبدیت کے تقاضوں کی تکمیل آسان ہو جاتی ہے۔

نماز کئی لحاظ سے افراد کو جماعتی احساس عطا کرتی ہے، اور لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لا کر ذہنوں میں اس کا تصور اجاگر کرتی ہے۔ مسجد میں باجماعت نماز کا اہتمام بہت اہم پہلو ہے۔ شریعت اسلامیہ نے نماز باجماعت ادا کرنے کی شرط عائد کر کے اور پھر اسے صرف مردوں تک محدود کر کے دو انتہائی اہم نقاط کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اول یہ کہ جس طرح نماز باجماعت کا اہتمام کثرت اجر و ثواب کا مؤجب ہے، اسی طرح جب یہ جماعت الگ الگ ہوتی جاتی ہے، تو درجات میں بھی کمی آتی جاتی ہے۔ دوسرا نقطہ جو سامنے آتا ہے وہ یہ کہ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی شرط صرف مردوں پر عائد کی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امور سلطنت اور گھر سے باہر کے تمام معاملات مرد کے ذمے ہیں، جب کہ گھریلو انتظام عورت کے سپرد ہے، اور چونکہ اسلام دین فطرت ہے اس لیے یہاں بھی عورت اور مرد کی فطری صلاحیتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ذمہ داریوں کی تقسیم کی گئی ہے۔ تمام انسان یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں اور تمام بنی نوع انسان کی تخلیق ایک ہی مقصد کے تحت ہوئی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالانا۔ نماز باجماعت انسانوں کی اس مساوی حیثیت کا روزانہ دن میں پانچ مرتبہ اعادہ کرواتی ہے۔ مسجد میں نہ کوئی امیر ہوتا ہے نہ غریب، نہ آقا نہ غلام، نہ چھوٹا اور نہ بڑا سب برابر ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ جماعتی مساوات کا یہ اصول معاشرتی جمہوریت کی اہم ترین اکائی ہے۔ یہ ایسی اجتماعی جمہوریت ہے جسے قائم کرنے میں اسلام کے سوا دنیا کا کوئی اور مذہب کامیاب نہیں ہو سکا۔ باجماعت نماز میں صف بندی کا یہ نظام جس طرح طبقاتی امتیازات کو مٹاتا ہے اسی طرح رنگ، نسل، قبیلہ اور وطن وغیرہ کی عصبیتوں کو بھی مٹاتا ہے۔ اور لوگوں کے ذہن میں اس تصور کو اجاگر کرتا ہے کہ تمام انسان یکساں طور ر اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے دربار میں صرف وہی انسان ہی افضل ہے جو اس کے احکام کی تعمیل میں باقیوں سے آگے اور اسکی عبادت و بندگی میں دوسرے انسانوں پر سبقت لے جائے۔

روزہ

مجموعۂ عبادات میں نماز کے بعد مقاصد عبدیت کے حصول کا بہترین ذریعہ روزہ ہے۔ نماز انسان کو روزانہ دن میں پانچ مرتبہ دنیاوی امور سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کرتی ہے۔ جبکہ روزہ سال بھر میں صرف ایک بار ایک مہینہ کے لیے غیر معمولی قلبی اور جسمانی تربیت کرتا ہے۔ اس نظام تربیت سے جو مقاصد عبدیت تکمیل پاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طریقے سے اپنے بندے کے شعور میں اپنی حاکمیت کا اقرار و اعتراف مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ اس شعور کو اتنا طاقتور بنا دینا چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو بالعقل تسلیم کرے۔ اول تو روزہ کے سخت ضابطے کو اپنے اوپر نافذ کرنے کے لیے کوئی شخص اس وقت تک آمادہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کو حقیقی مالک و مختار تسلیم نہ کرے اور اس کے مقابلے میں اپنی آزادی اور خود مختاری سے دست بردار نہ ہو چکا ہو۔ روزہ کی حالت میں مسلسل کئی گھنٹے کی حلال اور جائز

چیزوں سے الگ رہنا محض اس لیے کہ اللہ نے وقتی طور پر اس سے منع فرمایا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور بندے کی عبدیت کا احساس اجاگر کرتے ہیں۔ ایک مہینہ پورا یہ احساس انسان کے شعور یا تحت الشعور میں موجود رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان روزے کے تمام ضابطوں کی پاس داری کرتا ہے۔ روزے کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان پر اپنی غلامی کا احساس اس طرح طاری ہو جائے کہ وہ ہر اس چیز سے رک جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور ہر اس کام کی طرف بھاگ کر جائے جسے کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ روزے کی فرضیت کا مقصد اسی کیفیت کو پیدا کرنا ہے، نہ کہ محض کھانے پینے سے روکنا اور ترک خواہشات ہی مقصود ہیں۔ روزہ حصول تقویٰ کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔ روزے کے اندر اللہ تعالیٰ نے خدا ترسی اور راست بازی جیسے جذبات و احساسات پیدا کرنے کی بھی ایک خاصیت رکھی ہے۔ اگر انسان روزے کے مقصد کو سمجھ کر اسکی مدد سے اپنے اندر خوف خدا اور اطاعت امر کی صفات کو نشو نما دینے کی کوشش کرے تو یہ چیز اس میں اتنا تقویٰ پیدا کر سکتی ہے کہ سال بھر وہ سیدھی راہ پر گامزن رہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص اس مقصد سے غافل رہے اور محض کھانے پینے سے رکے رہنے کو ہی اس کا مقصد سمجھ لے تو ظاہر ہے کہ ایسا روزہ اس میں کوئی ایمانی احساس پیدا نہیں کر سکتا۔

روزے کی فرضیت کا ایک اور مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صبر و تحمل، ضبط و برداشت اور اعتدال و قناعت پسندی جیسی خصوصیات پیدا کرنا چاہتا تھا جو عبدیت کا جز و لازم ہیں۔ روزے کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف کر دی ہے یہ کہہ کر کہ: **الصوم لی وأنا أجزی به۔**[6] روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اس ارشاد کے بعد چاہیے کہ ہم بغیر کسی نفع و نقصان کو ذہن میں رکھے اس کی ادائیگی کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اسکا جو اجر دیگا وہ ہر دنیاوی فائدے سے بڑھ کر ہو گا۔ لیکن اسکا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ عبدیت کے حصول میں روزے کا کوئی کردار ہی نہیں بلکہ روزہ ان تمام برائیوں مثلاً جھوٹ، غیبت چغلی، بہتان طرازی اور گالی گلوچ وغیرہ سے بچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ان تمام برائیوں سے اپنا دامن بچا کر بندہ اپنے معبود کے ہاں بھی عزت اور سرخروئی حاصل کر لیتا ہے اور دنیا میں بھی عزت اور نیک نامی اس کی ذات کا حصہ بن جاتی ہے۔ نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن اور عبدیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ جہاں احکام الٰہی کا غلبہ ہو وہاں نفسانی خواہشات مغلوب ہو جاتی ہیں اور جیسے ہی بندے کی عقل و شعور پر ان خواہشات کا غلبہ ہو وہ الٰہی احکام کو توڑنے کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے انہیں اندھیروں سے نور کیطرف نکالتا ہے اور کافروں کے حمائتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ اہل دوزخ ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔[7] اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت و راہنمائی تب تک اسکے بندے کے ساتھ رہتی ہے جب تک بندے کا ایمان و یقین اپنے مالک پر پختہ رہے جہاں یہ ایمان ڈگمگایا اور قدم کفر کی طرف بڑھے وہیں پر ہی وہ الٰہی ہدایت و رہنمائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور طاغوتی

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری (الریاض: دارالسلام، 1999ء/1419ھ) کتاب التوحید، 1291، رقم: 7492

[7] البقرۃ، 2: 257۔

طاقتیں اسکی رہنما بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر یہ کمال مہربانی ہے کہ اس نے ان طاغوتی طاقتوں کو مغلوب کرنے کے لیے روزہ جیسی عبادت فرض کر دی۔ روزہ حقیقت میں نفسانی غلبے کو روکنے کا بہترین خدائی انتظام ہے۔

تمام عبادات کی فرضیت کا بنیادی مقصد بندوں کو انکی حقیقت اور اصلیت کا احساس دلانا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تمام انسان یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں اور کسی ایک کو دوسرے پر کوئی فضلیت نہیں سوائے تقوی کے۔ روزہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں یہ احساس پیدا کرنے کا بہترین وسیلہ ہے۔ یہ وقتی اور عارضی طور پر تمام لوگوں کو ایک ہی سطح پر لے آتا ہے اگرچہ امیر، امیر ہی رہتا ہے اور غریب، غریب لیکن کچھ دیر کے لیے سب پر ایک ہی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ یعنی بھوک اور پیاس والی۔ بظاہر یہ ایک معمولی بات محسوس ہوتی ہے مگر قوم کے امیروں میں غریبوں کی تکلیف کا احساس اور ان کی عملی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کا اس سے زیادہ مؤثر ذریعہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شیطانی چالوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کئی طرح کی آزمائشیں لازم کر دی ہیں جو انسان ان میں سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ گزر جائے تو دنیا میں بھی کامیاب رہتا ہے اور آخرت میں بھی اَن ایمانی آزمائشوں میں نماز اور روزہ کے بعد زکوٰۃ بہت اہم مقام رکھتی ہے۔ نماز اور روزہ دونوں بدنی عبادتیں ہیں جبکہ زکوٰۃ مالی عبادت ہے، کیونکہ انھی دونوں چیزوں کا انسانی زندگی میں بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ جب تک یہ دونوں درست ہیں تو تمام زندگی نیکی اور عبادت ہے۔ لیکن اگر ان میں سے کسی ایک چیز میں بھی خرابی پیدا ہو جائے تو ساری زندگی نیکی کی راہ سے ہٹ کر بدی کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ جس طرح نماز کے لیے جسم، جگہ اور لباس وغیرہ کا پاک ہونا ضروری ہے، اسی طرح زکوٰۃ کے لیے بھی مال کا حلال، جائز اور پاک ہونا ضروری ہے۔ اس شرط کے عائد کرنے سے یقیناً اللہ تعالیٰ کی مراد یہی ہے کہ انسان حلال اور جائز ذرائع سے رزق کمائے، کیونکہ زکوٰۃ اسی مال پر ہوتی ہے، جو انسان کمائے گا اور جمع کرے گا، اور اسی مال سے اپنے بدن کو تقویت دے گا اور اسی سے باقی تمام ضروریات زندگی پوری کرے گا۔ اب سوچیں کہ ناجائز کمائی کس طرح انسان کے تمام اعمال کو ناپاک کرتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے لیے رزق حلال کی شرط رکھ دی ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں ہے کہ یہ مال کو پاک کر دیتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حرام اور ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ مال زکوٰۃ ادا کرنے سے جائز اور حلال ہو جاتا ہے بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہماری حلال کمائی بھی تب تک ہمارے لیے جائز اور حلال نہیں ہوتی، جب تک اس میں سے ایک مقررہ حصہ نکال کر اس کے مستحقین کو نہ دے دیا جائے۔ تمام انسان اللہ تعالیٰ کے لیے ایک کنبہ کی طرح ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے کنبے کا کوئی فرد کسی دوسرے پر ظلم و زیادتی کرے، یا اس کے مال کو ناجائز طریقے سے استعمال کرے۔ پس ان غلط طور طریقوں سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر زکوٰۃ جیسی اہم عبادت کو فرض کر دیا۔ دنیاوی لحاظ سے مال انتہائی اہم ہے اور دنیا دار کے لیے محبوب ترین ہے۔ ایمانی لحاظ سے اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ بندوں کے دلوں کو حب الٰہی سے خالی

کر دیتی ہے اور ان میں دولت کی ایسی ہوس پیدا کر دیتی ہے کہ اس کے حصول کے لیے وہ ہر غلط راستہ اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا زکوۃ دلوں سے حب مال کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے جذبات پیدا کر دیتی ہے۔ دینی اصطلاح میں اس عمل کو نفس کی تذکیر و تطہیر کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس بارے میں ارشاد ہے کہ سب سے بڑا پرہیزگار وہ ہے جو اپنا مال دیتا ہے کہ پاک ہو۔[8] اور پس جن لوگوں نے خود کو مال کے فتنوں اور برائیوں سے بچا لیا قرآن کے مطابق وہی کامیاب ہونے والا ہے۔[9]

حج

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں اپنی معبودیت کا احساس اجاگر کرنے اور انھیں ان کی عبدی حیثیت کا احساس دلانے کی غرض سے ان پر اپنے مقدس مقامات کی زیارت لازم کر دی ہے، اور اس کے اندر ایمان و عمل کو زندہ کرنے اور خود کو معبود حقیقی کے تابع کرنے کے ایسے عوامل رکھ دیے ہیں کہ جو بندہ ان تمام مراحل سے پورے ایمان کے ساتھ ایک بار گزر جائے اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور وہ اس طرح پاک ہو جاتا ہے، جس طرح کہ پیدا ہوتے وقت تمام گناہوں سے پاک تھا۔ اس عبادت کو شریعی اصطلاح میں حج کہا جاتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ صلحا کی ایک کثیر جماعت ایک خاص وقت میں خاص مقامات پر جمع ہو۔ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کے حالات کو جن پر خدا نے انعام کیا، یاد کریں اس مقصد کے لیے سب ایسے موقع پر جمع ہوں جہاں خدا کی ظاہراً نشانیاں موجود ہوں، اور آئمہ دین کی جماعتیں وہاں کا قصد کرتی رہی ہوں اور نہایت خاکساری اور رغبت کیساتھ خدا کے شعائر کی تعظیم کرتی رہی ہوں۔

حج کے ارادے اور اس کی تیاری سے لے کر اپنے گھر واپس آنے تک دو تین ماہ ہوتے ہیں۔ اس مدت میں کتنے ہی زبردست اثرات انسان کے دل و دماغ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اس میں وقت کی بھی قربانی ہے، دنیاوی تعلقات کی بھی قربانی ہے، آرام و آسائش کی بھی قربانی ہے اور یہ سب قربانیاں انسان محض اپنے پروردگار حقیقی کی رضا اور جستجو میں کر رہا ہوتا ہے۔ قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی مقرب اور برگزیدہ ہستیوں کے آثار کا مشاہدہ اور ان کے احوال سے واقفیت بندوں کو ان کی زندگی کا حقیقی مقصد یاد دلاتے ہیں اور انھیں یہ سکھاتے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے عبد ہونے کا حق ادا کریں اور کس طرح عبدیت کے اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل کریں۔ یہی تعلیم اس دینی عبادت کا اصل نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ حج کے ایام میں ایک فرمانبردار بندہ اپنی ہر چیز کو الوداع کہتا ہے۔ جب میقات پر پہنچتا ہے تو تمام حلال چیزوں کو خود پر حرام کرتے ہوئے دو چادریں جسم پر اوڑھ لیتا ہے اور پھر لبیک اللّٰھم لبیک کی صدائیں بلند کرتا ہوا بیت اللہ تعالیٰ کا رخ کرتا ہے۔ حجر اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے اور صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑتا ہے۔ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں رضائے الٰہی کے لیے ریاضتیں کرتا ہے۔ یہ سب اعمال وہ محض اللہ تعالیٰ کے مقربین و صالحین کی یاد میں اور اس جستجو میں انجام دے رہا ہوتا ہے کہ انہیں اس طریق سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ملی تھی شائد ہمیں بھی مل جائے

---

[8] اللیل 92: 17۔18۔

[9] الحشر، 9:59۔

حج چونکہ تمام عبادات کا مجموعہ ہے، اس لیے ایمان و عمل کے لحاظ سے اتنے ہی گہرے نقوش مرتب کرتا ہے، نماز، روزہ، زکوۃ، جہاد تمام اس فریضہ کا لازمی جزہیں۔ جس شخص نے خلوص دل سے مسلسل چالیس دن نماز پڑھی، زندگی میں پھر کبھی اس کی نماز قضا نہیں ہو سکتی۔ فریضہ حج میں چالیس نمازوں کا حکم شائد اسی وجہ سے ہے۔ دوران حج اگرچہ کھانے پینے کا روزہ نہیں ہوتا لیکن مقاصد روزہ مثلاً عزیز و اقارب سے دوری، بدکلامی و فحش گوئی سے پرہیز اور دیگر خرافات سے اجتناب وغیرہ، بدرجہ اتم پورے ہو رہے ہوتے ہیں۔ فریضہ حج کی ادائیگی مال خرچ کیے بنا ممکن نہیں۔ خانہ کعبہ کا طواف، سعی، شیطان کو کنکریاں مارنا وغیرہ اہم ترین مناسک حج ہیں جن کی ادائیگی جسمانی طاقت و قوت کے بنا ممکن نہیں۔ ان کی صحیح ادائیگی کے لیے انسان جسمانی لحاظ سے بھرپور کوشش کرتا ہے جسے جہاد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، کیونکہ انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے اور اسکے خلاف جہاد ہی جہاد کا اعلیٰ درجہ ہے۔

خلاصۂ بحث

عبادت کے اسلامی اور قرآنی معانی آج صدیوں کے انقلاب تخیل کے بعد قطعاً مسخ ہو چکے ہیں۔ عامۃ الناس نے محض نماز پڑھنے اور تسبیح گردانی کو ہی عبادت تصور کر لیا ہے، اور اگر بعض لوگ زیادہ وسیع النظری سے کام لیں تو باقی ارکان کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہیں۔ خدا کو انسان کی وہی حاضری پسند ہے، جو کسی نتیجہ خیز عمل کے بعد ظہور میں آئی ہو۔ اگر اس نے کچھ کام نہیں کیا تو اس کی حاضری بھی عبث ہے اور اس کی رہبانیت بھی لاحاصل۔ قرآن کے لفظ الصلوۃ کا معنی صرف ایک غلام کا اپنے مالک کے حضور پانچ وقت سلام ہے اور بس۔ حقیقی عبادت فی الحقیقت ان پانچ وقتوں کے بعد شروع ہوتی ہے۔ یہ اس وقت ہو رہی ہوتی ہے, جب ایک انسان مصلے سے اٹھ کر احکام خدا کی تکمیل میں لگ جاتا ہے; جب اس کے ہاتھ پاؤں سعی و عمل میں مصروف ہوئے ہیں۔ جب تن آسانی کو ترک کر کے رزق حلال کی کوشش کرے۔ جب نفس پرستی جب مال اور جب اولاد سے دامن چھڑا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قلمی اور جسمانی جہاد کرے؛ جب اعلی اور خوبصورت گھر بار کو چھوڑ کر راہ خدا میں ہجرت کرے۔ اصل عبادت اس وقت شروع ہوتی ہے۔ عبادت کے اسی حقیقی مفہوم و معنی کو لوگوں کے ذہنوں میں واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ تصور عبادت کے بارے میں یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے، جب تک مسلمان اس سے باہر نہیں نکلتے نہ وہ اپنے رب کو پہچان سکتے ہیں نہ دورِ جدید کے خطرناک چیلنجز کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔